# مطبوعات

**خورشید رسالت کی پانچ کرنیں** | از جناب آباد شاہ پوری ۔ ناشر : البدر پبلی کیشنز ۔ ۲۲ ۔ راحت مارکیٹ اُردو بازار لاہور ۔ قیمت : ۱۸/- روپے

قرونِ اُولیٰ کی تاریخِ اسلام جس کی جڑیں قرآن سے غذا لیتی ہیں اور جس کی شاخیں حدیث سے آب و نم حاصل کرتی ہیں، بجائے خود انتہائی دلکش ہے ۔ پھر اگر اس تاریخ کو لکھنے کے لیے کسی بالغ نظر ادیب کا قلم متحرک ہو جائے تو عجیب کیف و ولولہ حاصل ہوتا ہے ۔

آباد شاہ پوری صاحب نے یوں تو پانچ اصحابِ خاص (رضوان اللہ علیہم اجمعین) کے حالات بیان کیے ہیں، مگر ان کے تذکرے میں تاریخ از خود شامل ہے ۔ یہ وہ ہستیاں تھیں جو تاریخ بنانے والی صفِ اوّل میں شریک تھیں ۔ یعنی حضرت خالد بن ولید، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت مصعب بن عمیر، حضرت محمد بن مسلمہ اور حضرت سعید بن عامر ۔

مؤلف بات کو اس طرح اُٹھاتے ہیں کہ قاری میں تعجب و تحسین کی وہی کیفیات پیدا ہو جاتی ہیں جو اعلیٰ ادبی کہانیوں کو پڑھتے وقت ہوتی ہیں ۔ مگر کہیں کوئی مصنوعی پن نہیں ہے، کہیں حقائق کو مسخ نہیں کیا گیا ۔ اور کہیں خواہ مخواہ کی لفاظی نہیں ہے ۔ بخلاف اس کے پوری تحقیق سے ان واقعات کو بیان کیا گیا ہے جس سے ان پانچ بزرگوں کی شخصیتوں کی صحیح قدر و قیمت سامنے آتی ہے ۔

یہ کتاب بامقصد اُردو ادب کا بہترین حصّہ ہے ۔ نوجوانوں کو اسے خاص طور سے پڑھنا چاہیے ۔

---

**تاریخ نظریۂ پاکستان** | از پروفیسر سید محمد سلیم - ادارۂ تعلیمی تحقیق، تنظیم اساتذہ پاکستان۔

ملنے کا پتہ: ۸- اے ذیلدار پارک، اچھرہ لاہور۔ صفحات: ۲۸۷ - رنگین دبیز آرٹ پیپر کا سرورق

قیمت: ۲۱/- روپے

سید محمد سلیم صاحب کی اکٹھی چار کتابیں موصول ہوئیں۔ یہ کتابیں اچھے علمی و تحقیقی معیار کی ہیں اور ان میں مؤرخانہ تجزیہ کاری کی بڑی قابلِ قدر مثالیں ملتی ہیں۔ ان کتابوں کو پوری طرح پڑھ کر ہضم کرنا اور پھر ان پر رائے قائم کرنا ایسا کام نہیں کہ ہتھیلی پر سرسوں جما دی جائے۔ لیکن اگر تین چار مہینے یہ ذمہ داری موخر رہی تو سید صاحب اور تنظیم اساتذہ کو سخت شکایت ہوگی۔ لہٰذا اس مرتبہ میں صرف ایک کتاب پر سرسری نظر ڈال کر اس کا اجمالی تعارف لکھ رہا ہوں۔

اس کتاب کا خلاصہ یہ ہے کہ سید صاحب نے یہ بتلانے کے بعد کہ انگریزوں کی آمد کے وقت مسلمان معاشرہ کی حالت کیا تھی یہ دکھایا ہے کہ انگریز کا طرزِ عمل ہندو کے لیے بڑھاوا دینے والا اور مسلمانوں کو دبانے کچلنے والا تھا۔ مسلمانوں کے مذہب، تہذیب، تعلیم، معیشت، ملازمتوں، زبان، تاریخ وغیرہ ہر چیز کے خلاف ایک حملہ جابرانہ و ساحرانہ شروع ہوگیا۔ پھر مسلمانوں میں انگریزوں کے خلاف جو تحریکیں اٹھیں ان کا ذکر ہے، بعد ازاں زیادہ تفصیل سے مسلم دشمنی کے عمل کو دکھایا گیا ہے۔ پھر تنسیخ بنگال سے تحریک خلافت تک کے ہیجانی دور کا تذکرہ ہے۔ پھر آخری حصوں میں انگریز کی مسلم دشمنی اور ہندو کی مسلم دشمنی کے وہ شواہد سامنے آتے ہیں جن کے اثر سے نظریۂ پاکستان اور تحریکِ پاکستان کا ظہور ہوا۔ پھر تشکیل پاکستان اور اس کے بعد قراردادِ مقاصد کی منظوری کا تذکرہ ہے اور اس قرارداد کے مضمرات پر گفتگو ہے۔

سید صاحب نے واقعات و احوال کو تلاش کرنے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے اور اُن کو خوبصورتی سے مرتب کیا ہے۔ تمام مقامات کے ساتھ اہم حوالے موجود ہیں۔ سید صاحب کا مؤرخانہ مقام اس کتاب سے خوب واضح ہوتا ہے۔

نظریۂ پاکستان اور تحریکِ پاکستان کے بارے میں جو لوگ (خصوصاً طلبہ) معلومات جمع کرنا چاہیں ان کے لیے اس کتاب کا مطالعہ لازم ہے۔

---

**پاکستان میں قومیتوں کے مسائل اور اُن کا حل**

از محمد موسیٰ بھٹو - ناشر: نیشنل سندھ اکیڈمی - پوسٹ بکس نمبر ۲۵۸ حیدر آباد (سندھ) صفحات: ۳۲۳، دبیز ٹائیٹل۔ قیمت: -/۲۸ روپے -

یہ ایک اہم کتاب ہے جو سندھ کے مسئلے کو پورے تاریخی پس منظر کے ساتھ، حوالوں اور دلائل سے مضبوط کر کے سامنے لاتی ہے - پہلی دفعہ سندھ کے مخصوص علاقائی رجحانات کو ایک شخص نے عدل اور دیانت سے سمجھانے کی کوشش کی - کوئی انتہا پسندانہ بات نہ اُس طرف سے، نہ اِس طرف سے - حالات کے سابق تاریخی ارتقاء کے تحت پاکستان بننے کے بعد کلیموں کا مسئلہ ون یونٹ کا مسئلہ، بیراج کی زمینوں کا مسئلہ، فوج کی نمائندگی کا مسئلہ اور ملازمتوں کا مسئلہ، جس طرح اثر انداز ہوئے ہیں ان کی طرف پوری توجہ دلائی گئی - آخر میں بڑا اہم باب "اب کیا کرنا چاہیے" کے عنوان سے ہے اور یہ گویا ماحصل ہے ساری بحث کا -

ہماری سب سے بڑی کمزوری یہ ہے کہ ہم اسلام کو ایک قوتِ محرکہ بنا کر نہ اس کی رَو میں بزرگوں اور نوجوانوں اور خواتین کے دل و دماغ کو مصروف کر سکے، نہ ہم نے اسے ایک وحدت انگیز نصب العین کا مقام دیا، بلکہ اب تک اسے حاکموں اور بیوروکریسی اور جاگیر داروں اور مغرب پرستوں نے گوئے چوگاں بنا رکھا ہے - پھر یوں بھی جو شکایات کسی گروہ یا علاقے میں پیدا ہوتی ہیں، برسوں ان کا کوئی نوٹس نہیں لیتا - ان کو پیار سے حل نہیں کیا جاتا، ان کے لیے مؤثر تدابیر اختیار نہیں کی جاتیں —— کبھی توجہ ہوتی ہے تو اوپر سے ایک ہتھوڑا چل جاتا ہے اور اس ہتھوڑے کی ضرب سے نئی چنگاریاں پیدا ہو کر مزید آگ پھیلاتی ہیں - خصوصاً مارشل لاء تو اس کے سوا کوئی طریقہ جانتا ہی نہیں -

کسی ملک میں خرابیٔ احوال کے جراثیم کہیں بھی نمودار ہوں، شکاری قوتیں اُن پر گہری نظر رکھتی ہیں، ان کو مزید پرورش دیتی ہیں اور پھر عوام کی ہمدرد و غمگسار بن کر انہیں جسمِ وحدت سے کاٹ لے جاتی ہیں - (جیسا بنگلہ دیش کا واقعہ ہوا) - آج کل سندھ کے سر پر رُوس اور بھارت محبت و ہمدردی کا ہاتھ رکھے ہوئے ہیں، لٹریچر بھی آتا ہے، کارکن بھی، پیسہ بھی، اسلحہ بھی، کام کے منصوبے بھی - دو بڑی طاقتوں کی سرپرستی میں کچھ شیر دل اور بلند دماغ سندھی

تنظیمی طریقوں، خفیہ سازشوں، بارودی لٹریچر کے ذریعے وہی پارٹ ادا کر رہے ہیں کہ ؎

انہی کی محفل سنوارتا ہوں، چراغ میرا ہے رات اُن کی
انہی کے مطلب کی کہہ رہا ہوں، دماغ میرا ہے بات اُن کی

مُلک کے بھائیوں سے انتقام لینے کے لیے اپنے آپ کو بھی دوسروں کے سپرد کر دینا اور مُلک پر بھی اُن کا سایہ مسلط کر دینا۔ افسوس ہے کہ ایسے اہل بصیرت کی پیداوار ہمارے ہاں بہت ہے۔ ہمیں کسی دشمن کی ضرورت ہی نہیں، ہم بھائی اور دوست ہی ایک دوسرے کے لیے کافی ہیں۔

سلیم الطبع اصحاب سے درخواست ہے کہ وہ اس کتاب کو پڑھیں اور پھر حکام اور بیوروکریسی اور سندھی اربابِ قیادت کو بھی اس کا مطالعہ کرائیں۔ شاید کسی اچھے دل میں بات اُتر جائے۔

---

**انسانیت کی تعمیر نو اور اسلام** | از پروفیسر عبدالحمید صدیقی مرحوم۔ ناشر: اسلامک پبلشنگ ہاؤس شیش محل روڈ۔ لاہور۔ قیمت: -/۲۵ روپے

یہ کوئی نئی کتاب نہیں، مگر یہ ہمیشہ نئی ہے۔ پہلے ایک نسل کے لوگوں نے اسے پڑھا۔ اب اگلی نسل کے افراد اسے پڑھیں، ہر نوجوان اسے دیکھے۔

مختصراً اس میں علمی انداز سے بتایا گیا ہے کہ جو ملحدانہ مادی تہذیب ہمارے دینی اور تمدنی تشخص کو تباہ کرنے کے درپے ہے، اس کا فکری وزن کیا ہے؟ خود اس تہذیب کے اندر رہنے والے فلسفی، سائنس دان اور مفکرین کیا محسوس کرتے ہیں۔ انتہائی اہم حوالوں سے کتاب مزین ہے۔ یہ مختصر کتاب ایک ایسا شعوری تعویذ ہے جو دورِ حاضر کے نظامِ ابلیسی کا قلع قمع کر کے ہمارے ذہنوں میں ایمان وخودی کی تجدید کر دیتا ہے۔ کم سے کم اس کا یہ فائدہ ضرور ہو گا کہ اقوامِ غالب کی جن علمی یا سیاسی چیزوں کو ہم آنکھیں بند کر کے اور آمنا وصدقنا کہہ کر سینے سے لگا لیتے ہیں اس غلامانہ روش کے بجائے ملحدانہ نظریات کو تنقیدی نظر سے دیکھنے کا حوصلہ پیدا ہو جائے گا۔ اغیار کی تقلید وتائید کا علاج تنقید ہی سے ہو سکتا ہے۔

کتاب کے آخری حصے میں مثبت طور پر مگر مختصراً اسلام کے متعلق واضح کیا گیا ہے کہ وہ ہماری فکری، سیاسی، معاشرتی اور اقتصادی ضروریات کو بہ احسن وجوہ پورا کر سکتا ہے۔

---

**خلافت و جمہوریت** | از مولانا عبدالرحمٰن کیلانی - ناشر: مجلس التحقیق الاسلامی - ۹۹ - جے، ماڈل ٹاؤن لاہور۔ صفحات: ۲۸۸ - قیمت مجلد ۳۶/- روپے

اکثر دینی حلقے میری نگاہ میں بڑے محترم ہیں اور بہت سے بزرگوں سے میں دلی محبت کرتا ہوں، مگر موجودہ معاشرے کے پیشِ نظر جس میں دین سے انحراف پسندی بڑھتی جا رہی ہے جب اسلامی سیاست و معیشت کے متعلق کوئی پریشان کرنے والا لٹریچر آتا ہے تو اس پر صاف صاف اظہارِ رائے کرنا بھی ناگزیر ہو جاتا ہے۔

اس کتاب کے تفصیلی علمی مباحث میں بہت زیادہ دخل اندازی کا تو یہاں موقع نہیں، البتہ میں حالات کے اس پس منظر کو بصد افسوس دیکھتا ہوں کہ حالیہ مارشل لا نے بیشتر اسلامی تنظیموں کو فکری لحاظ سے پچھاڑ دیا ہے۔ اور ہر سطح کے لکھنے والوں نے اسلام کے شورائی نظام کے ایسے ایسے خاکے پیش کیے ہیں کہ جن کا ردِ عمل دین سے کم مس رکھنے والے جدید عنصر کو دُور پھینک دے گا اور ان کے ہاتھ میں اس دلیل کا ہتھیار آ جائے گا کہ اسلام کوئی قابلِ عمل اطمینان بخش سیاسی نظام رکھتا ہی نہیں۔

نہایت ادب سے میں اصحابِ علم و نظر کو توجہ دلاؤں گا کہ آج کا معاشرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بنائی ہوئی جماعت کی طرح نہیں ہے اور نہ وہاں کے تمام احکام (خاص تعبیرات کے ساتھ) جُوں کے توں، بغیر تبدیلی افکار و اخلاق کے نافذ کیے جا سکتے ہیں۔ دورِ نبوت میں قلیل التعداد قبائلی معاشرہ میں مدینے کے مقام پر شروع میں شہری طرز کی جو حکومت قائم کی گئی تھی، اس کو مخصوص تمدنی احوال کے ساتھ اُٹھا کر ایک مختلف نوعیت کے معاشرے میں (جس میں اسلام کو چاہنے والوں کا تناسب کم اور اس پر عمل پیرا ہونے والوں کی تعداد کم تر ہے) بغیر کسی مناسب تدریج کو سامنے رکھے اور آج کے احوال و ظروف سے یکسر قطعِ نظر کر کے بغیر کوئی اجتہادی نقشۂ کار اختیار کیے ٹھونس دینا کبھی بھی کامیابی پر منتج نہیں ہو سکتا۔

اس کتاب میں آیات کی تفسیر اور احادیث اور روایاتِ تاریخی کی تعبیر میں وجوہ اختلاف ہونے کے علاوہ بہت سے تضاد اور خلا (FLAWS) بھی ہیں۔ مثلاً صدر ضیاء الحق صاحب کو امیرالمومنین والا مقام دیا گیا ہے (ص ۲۵۰) حالانکہ وہ اپنی معروف خوبیوں کے باوجود ان شرائط پر پورے نہیں اُترتے، جن پر اسی کتاب میں بحث کی گئی ہے بلکہ مخالف جانب سے واقعات و شواہد کے ساتھ کئی

اعتراضات اُٹھائے جاسکتے ہیں۔ عجیب قسم کا اسلامی نظریۂ حکومت یہ پیش کیا گیا ہے کہ صدر (یا امیر المومنین)، جس طرح عدلیہ، انتظامیہ اور فوج کے تینوں شعبوں کے سربراہوں اور دیگر اہم عہدہ داروں کو مقرر کرتا ہے۔ اسی طرح اس کو حق ہے کہ وہ اپنے لیے ارکانِ شوریٰ خود مقرر کرے اور پھر ان کے مشوروں میں سے بھی جس پر چاہے عمل کرے اور جسے چاہے مسترد کردے۔ یہ سوال کہ نیک نہاد امیر پہلے کس طرح آئے گا، اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ "سربراہ مملکت خواہ کسی بھی طریقے سے برسرِ اقتدار آجائے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی شریعت کے مطابق نظام برپا کرتا ہے تو اس کے تقرر کو چیلنج نہیں کیا جاسکتا، نہ اسے یہ طعنہ دیا جاسکتا ہے کہ وہ غیر آئینی طریقے سے یا چور دروازے سے آیا ہے، بلکہ اُس کی اطاعت واجب و لازم ہوجاتی ہے"۔ (ص ۲۵۰) یہ ساری گفتگو گویا ضیاء الحق صاحب کو سامنے رکھ کر کی جارہی ہے ــــ سکندر مرزا، ایوب خان اور یحییٰ خاں بھی تو اسی دروازے سے آئے تھے۔ گویا اسلام کوئی مشینری فراہم نہیں کرسکتا بلکہ سارا دارومدار بخت واتفاق پر ہے کہ کب کون اور کس طرح کا آدمی ایوانِ اقتدار میں داخل ہوجائے۔ یہ تو بعد میں اس کا کردار بتائے گا کہ وہ اسلام کے مطلب کا ہے یا نہیں۔ پہلے سے کوئی تدبیر نہیں سوچی جاسکتی۔ گویا بات "انتظارِ مہدی" والی ہے کہ ایام کے کس اُلٹ پھیر کے ساتھ "موعود" کا ظہور ہوتا ہے۔

ایک جگہ جمہوری نظام (چاہے وہ خدا کی حاکمیت پر قائم کیا گیا ہو) پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ "اگر ۱۰۰ میں سے ۵۱ ممبر یہ کہہ دیں کہ سود کے بغیر معیشت نہیں چل سکتی تو سود جائز ہوجائے گا" (ص ۲۴۸)۔ قطع نظر اس سے کہ اگر ہم نے اپنے نظام میں دستوری طور پر یہ طے کردیا ہو کہ کوئی فیصلہ قانونِ اسلامی کے خلاف نہیں کیا جاسکتا تو ۵۱ ممبر حرام کو حلال نہیں کرسکتے، لیکن عملاً اگر کسی معاشرے کی اکثریت اسلام سے بغاوت کرنے پر تلی ہو تو آپ اس میں اسلام کو کیسے چلاسکتے ہیں۔ خواہ اُوپر کوئی مردِ مومن بیٹھا ہو۔ اس کا اعتراف اس مقام پر موجود ہے کہ قراردادِ مقاصد کی منظوری کے بعد بھی قرآن و سنت کے منافی قوانین بنتے ہیں۔ آخر کوئی مردِ مومن ہزاروں افراد پر مشتمل فوجی اور سول بیوروکریسی اور ملک کے اصحاب تقریر و تحریر اور عام بگڑے ہوئے باشندوں کو کیسے اسلام پر کاربند کرے گا۔ اس کے لیے تو انتخابات اور دوسرے شعبوں

یں معاشرے کے اندر کام کرنا ضروری ہے۔ اور اس کام کے لیے شدید ضروری ہے کہ اسلامی نظام کا ایسا تصور موجود ہو جس پر دینی حضرات اور جدید لوگوں اور عوام میں سے اسلامی رجحان کے افراد جمع ہو سکیں۔ یہ چونکہ نہیں ہو سکا لہٰذا الجھے ہوئے اسلامی تصورات حکومت پر نہ لوگ جمع ہوئے، نہ کوئی تحریک چل سکی۔ صرف ایک کوشش مولانا مودودیؒ کی کامیاب ہوئی، جنہوں نے "الٰہی جمہوریت" اور "جمہوری خلافت" کا وہ نظریہ پیش کیا جس سے اصولِ دین بھی برقرار رہتے تھے اور وقت کی ضرورت بھی پوری ہوتی تھی۔ اس لیے قدیم اور جدید دونوں قسم کے لوگ ان کی پکار پر جمع ہو کر ایک تحریک اٹھانے کے قابل ہوئے۔

یہ سرسری معروضات نہایت احترام کے ساتھ پیش کی گئی ہیں۔ اور میں کیلانی صاحب اور مجلس التحقیق الاسلامی کے بزرگوں کو اصحابِ اخلاق سمجھتا ہوں۔ اُمید ہے کہ وہ بارِ دیگر بحث کو سوچیں گے۔

---

**ہم کیوں مسلمان ہوئے!** از پروفیسر عبدالغنی فاروق ۔ ناشر: مکتبہ تعمیر انسانیت، اُردو بازار، لاہور

صفحات: ۴۳۲ ۔ مجلد مع گرد پوش ۔ قیمت: ۴۸/- روپے

اِس کتاب کا سابق ایڈیشن سوا سال میں ختم ہو گیا اور اب دوسرا ایڈیشن سامنے ہے۔ پروفیسر فاروق صاحب نے مختلف ممالک کے ۶۶ ایسے نومسلموں کے بیانات یا انٹرویو جمع کیے ہیں جنہوں نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے بتایا ہے کہ وہ کس محرک کے تحت مسلمان ہوئے۔ ۶۶ افراد میں سے اکثر کی ذہنی کشمکش کی داستانیں طویل بھی ہیں اور بعض کو بڑے مصائب میں سے گزرنا پڑا ہے۔ اِن نومسلموں نے بالعموم ہم مسلمانوں کے اعمال و اخلاق اور فرقہ بندیوں کو نظر انداز کر کے براہِ راست خدا اور رسولؐ کا اسلام قبول کیا ہے۔ ورنہ وہ اگر ہمیں معیارِ فیصلہ بناتے تو شاید پہلے سے بھی زیادہ اسلام سے دُور ہو جاتے۔ دوسری طرف اگر ہم مسلمان خود اندرونِ ملک اور بیرونی ممالک میں جا کر سفیرِ اسلام اور داعیِ اسلام کی حیثیت سے زندہ رہیں اور ہم تضادِ قول و فعل کے مرض سے محفوظ ہوں تو اسلام کے پھیلنے کی رفتار تیز ہو سکتی ہے۔

خاص اہمیت کی بات یہ ہے کہ ان ۶۶ افراد میں متعدد اصحاب (یا خواتین) علمی مقام رکھنے والے

ہیں۔ پھر جنہوں نے اسلام کو قبول کیا ان میں سے اکثر نے اپنی زندگیاں یکسر بدل دیں۔

اس کتاب کو پڑھ کر داعیانِ اسلام اندازہ لگا سکتے ہیں کہ کیسے لوگوں کے ذہنوں میں مذہب کے متعلق کشمکش ہوتی ہے، اُن کی نفسیاتی کیفیات کیا ہوتی ہیں، اُن کو کس طرح قریب لایا جا سکتا ہے۔ اور اسلام قبول کرنے کے بعد ان سے کس طرح تعاون کیا جا سکتا ہے۔

---

**ہفت روزہ "تکبیر"** مدیر: صلاح الدین سابق ایڈیٹر جسارت وحریت۔ مقام اشاعت: ۱۰۹۲، گلبہار، کراچی۔ فی شمارہ: ۵/- روپے سالانہ ۲۲۰/- روپے

متعدد ہفت روزے پاکستان سے شائع ہوتے ہیں، مگر "تکبیر" نکلا تو معلوم ہوا کہ اس خاص دلکش انداز کے ہفت روزے کی جگہ خالی تھی۔ اس مرتبہ کا ایک خاص نمبر سامنے ہے جس کا مقصد شاید سالِ اشاعت کی تکمیل مسرت کا اظہار ہے، مگر خاص نمبر کہیں لکھا ہوا نہ ملا۔ اس پرچے میں تو باہتمام خاص متعدد انٹرویو اور خاص خاص مضامین اور ادبیات شامل ہیں۔ مگر تکبیر کا ہر عام شمارہ بھی خاصا اہم ہوتا ہے مستقل معاونین تحریر میں ثروت جمال اصمعی، محمد معین الدین، عبدالسلام سلامی، طاہر مسعود، مشفق خواجہ، پروفیسر متین الرحمٰن مرتضیٰ اور ڈاکٹر معین الدین عقیل نمایاں ہیں۔ علاوہ ازیں جناب ابن الحسن، نصر اللہ خاں صاحب اور جاوید اقبال خواجہ کے صفحات پرکشش ہوتے ہیں۔ ملکی اور غیر ملکی، دونوں دائروں کی خصوصی رپورٹیں بھی اہم ہوتی ہیں۔

تکبیر نے تمام اہم قومی مسائل پر مارشل لاء کے زیر سایہ حکومت اور عوام اور سیاستدانوں کو جس خوش اسلوبی سے حقائق پر متوجہ کیا ہے وہ بہت قابلِ تحسین ہے۔ نقطۂ نگاہ قومی رہا، روحِ فکر اسلامی رہی، تحریر کا اسلوب صحافیانہ اور تجزیہ کارانہ رہا۔ مندرجات میں سنجیدگی و شائستگی اور دیانت و امانت کا غلبہ رہا۔ یہ اخبار اُردو زبان کے لیے سرمایۂ اعزاز ہے۔ اتنا اچھا سنجیدہ اور دیانت دار پرچہ اگر کسی اشاعت میں یہ اطلاع شائع کرے کہ مدیر ترجمان القرآن فلاں دن انارکلی میں ٹوپی سر پر لیے بغیر گھوم رہا تھا تو میں تکبیر سے پہلے اپنے احباب سے یہ دریافت کروں گا کہ کہیں فراموش کاری میں مجھ سے کسی دن یہ غلطی تو نہیں ہو گئی تھی۔

---

MESSAGE | مینجنگ ایڈیٹر: سید منور حسن، ایڈیٹر: سید وجاہت علی اور ان کے ساتھ ادارتی بورڈ) - بہ اہتمام اسلامک ریسرچ اکیڈمی - مقام اشاعت: "C" - ۱۰/۱۹۳ منصورہ، فیڈرل بی ایریا، کراچی ۳۸۰۵ -

میرے خاص دل پسند رسالوں میں سے ایک ماہنامہ یونیورسل میسیج ہے۔ یہ اسلامک ریسرچ اکیڈمی کے فکر و مزاج کا آئینہ دار ہے۔ یعنی مختلف ملکی اور عالمی موضوعات پر ایسے مضامین شائع کرتا ہے جن کے مقاصد اسلامی اور جن کا اسلوب تحقیقی ہوتا ہے۔ ملک کے لادینی رجحانات پر بھی ادارے کی نگاہ ہے اور عالمی پیمانے پر مادی تہذیب کے ابھارے ہوئے نو بہ نو افکار اور ان کے ردِ عمل پر بھی۔

صحافیوں، اساتذہ، ادیبوں اور خاص طور پر نوجوان طلبہ و طالبات کو اس کا مطالعہ کرنا چاہیے تاکہ وہ وقت کے فکری مسائل کو جانیں۔ اور ان کے چیلنج سے معیاری انداز پر عہدہ برآ ہونے کا ڈھنگ انہیں آئے۔

---

IMPACT | ایڈیٹر اے عرفان (اصل کارفرما ذہن: حاشر فاروقی -

مقام اشاعت: 33 STROUD GREEN ROAD LONDON N4 3EF

قیمت فی شمارہ برطانیہ میں ۲۵ پنس - بیرون جات کے لیے ۲ ڈالر -

نئے دور کے ایڈیٹروں میں سے میں دو ہی دوستوں سے متاثر ہوا، ایک صلاح الدین صاحب دوسرے حاشر فاروقی - ان لوگوں نے نہ صرف صحافت کو مقصدِ اعلیٰ کے تابع رکھا بلکہ اسے مشن سمجھ کر قربانیاں بھی دیں اور فنی لحاظ سے مقام بھی پیدا کیا۔

حاشر فاروقی (+ اے عرفان) کا کام حیران کن ہے۔ مالی مشکلات کے بے آب و گیاہ صحرا میں سے مسافرِ قلم گذر رہا ہے اور برسوں اس میں کھپ گئے اور آگے نہ جانے کیا ہو۔ دیارِ غیر میں بہترین انگریزی زبان میں پندرہ روزہ رسالہ تیار کرنا اور اس میں کمالِ اجمال اور جمالِ اجمال کی خاص شان دکھانا اور کم لفظوں سے زیادہ مطالب اس طرح حاصل کرنا جیسے کوئی شخص تھوڑے پیسوں میں اچھا کام چلا دکھائے، یہ بس امپیکٹ والوں ہی کا حصہ ہے۔ سرخیاں بہترین، عبارت میں ادب کا لطف،

اور پھر یہ کوشش کہ چند اوراق میں مشرق و مغرب خصوصاً ممالک اسلامیہ کے مسائل و حوادث پوری طرح نمایاں ہو جائیں، انگریزی زبان ایسی کہ معلوم ہو برطانیہ ہی کا کوئی باشندہ لکھ رہا ہے، ان ساری خوبیوں نے مجھے تو مدت سے مسحور کر رکھا ہے۔ افسوس ہے کہ جو لوگ ایسے کاموں کو مضبوط بنا سکتے ہیں وہ ان کو جاننے پہچاننے ہی کی صلاحیت نہیں رکھتے اور ہم جیسے جو تھوڑا بہت جانتے ہیں وہ بس دعا ہی کر سکتے ہیں۔ سو میں بھی امپیکٹ کے لئے کثیر دعاؤں کا ہدیہ روانہ کرتا ہوں اور میرا خیال ہے کہ قارئین ترجمان القرآن بھی یہ تعاون ضرور کریں گے۔ باقی رہی دوسری بات سو "ورمی طلبی سخن دریں است"، مگر آپ نے کب کسی سے مانگا۔ ہم صرف خدا ہی سے مانگ سکتے ہیں کسی بت سے نہیں۔ اب بہ فتویٰ البنۃ کسی عالم دین سے پوچھوا لیجئے کہ اگر "بت" کافر نہ ہو، "بت مسلم" ہو تو پھر کیا حکم ہے؟

---

## اجمالی تذکرہ

**اتحاد ملت** | از جناب حکیم ہاشمی، پوسٹ بکس ۲۵۰ حیدر آباد سندھ (علامہ سعید احمد کاظمی کے چند سوالات کے جواب، بلا قیمت۔

**کلمہ طیبہ کی توہین** | حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مجلس ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان، قادیانیوں کی طرف سے کلمہ کو اپنے واضح کردہ مفہوم کے ساتھ استعمال کرنا کلمہ کی توہین ہے، قیمت درج نہیں۔

**THE QADIANI FUNERAL** | حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی، مجلس تحفظ ختم نبوت، حضوری باغ روڈ ملتان مسلمانوں سے قادیانیوں کی اعتقادی و سماجی علیحدگی کے وجوہ پر حوالوں سے گفتگو۔ قیمت درج نہیں۔

**الہامی گرگٹ** | مولانا ابوالبشیر عرفانی، مجلس تحفظ ختم نبوت حضوری باغ ملتان، مرزا صاحب کے متضاد اور متجانس کلمات۔ قیمت درج نہیں۔

**شناخت** | مولانا محمد یوسف لدھیانوی، ناشر: شیخ محمد اکرم، سوداگر چرم، دین گڑھ قصور، قادیانیوں

کے افسانہ نزولِ مسیح کا تجزیہ۔ ۴۰ پیسے کے ٹکٹ بھیجیں

**ڈاکٹر مسعود الدین عثمانی کا لٹریچر** پتہ: توحید روڈ، کیماڑی کراچی۔ ایک ضخیم پمفلٹ ۵ دو حصے، کا نام "توحید خالص" ہے، دوسرا "وفات النبیؐ" ہے۔ تیسرا "عذاب قبر"، چوتھا "یہ قبریں، یہ آستانے" کے نام سے ہے۔ انگریزی میں لیف لیٹ ONE WAY TO SALVATION ہے ایک اور اُردو پمفلٹ "جہاں را انقلابے دیگرے دہ" کے عنوان سے ہے۔ (بلا قیمت) خواہش مند حضرات خود ہی منگوا کر رائے قائم کریں۔ ہم تو اتنا ہی سمجھیں گے کہ عثمانی صاحب ایک بڑے نصب العین کے لیے منظم کام کرنے کی راہ سے ہٹے تو وہ طرح طرح کی بحثوں میں اُلجھ کر رہ گئے۔

**قرآنی ناپ تول** از جناب عالم فقری۔ ناشر: ادارہ پیغام القرآن، غزنی اسٹریٹ اُردو بازار، لاہور۔ ناپ تول درست رکھنے کے متعلق اسلامی ہدایات۔ قیمت درج نہیں۔

**کتاب مقدس کا کورس** ایگزیکٹو سیکرٹری پاکستان بائیبل کارسپانڈنس سکول۔ مقام اشاعت مسیحی اشاعت خانہ، ۳۶ فیروز پور روڈ۔ خط و کتابت کے ذریعے عیسائیت کی تبلیغی مہم بشکل اسباق۔ پاکستانی مسلمانوں کو عیسائی مشن راہ حق دکھانے کی مہم چلا رہے ہیں۔ صرف خرچ ڈاک دینا ہوگا۔

**مولانا علی میاں اور مولینا نعمانی سے استفسار** سوالات از سید حامد الکاف۔ ناشر: اشاعت المسلمین ۴۳۲/۱ فیصل شہید کالونی، کراچی ۲۵۔ قیمت: ۴/۵۰ روپے

دونوں متذکرہ عنوان بزرگوں کی مولینا مودودیؒ پر خاص کرم فرمائیاں رہی ہیں۔ خدا جزا دے۔ عجیب بات یہ ہوئی کہ "قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں" جیسی صاف ستھری علمی و تحقیقی کتاب کو بھی نشانہ بنایا گیا جس کے لیے پہلے اچھے کلمات بھی ارشاد ہو چکے تھے۔ اس پر سید حامد الکاف نے یہ بحث اُٹھائی۔ مگر میرا خیال ہے کہ ان بزرگوں کا ہر حال میں احترام کرتے ہوئے ان کو ان کے مشغلوں میں مصروف چھوڑ دیا جائے۔ بحثا بحثی سے کوئی فائدہ نہیں۔

---